بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جرعات

آہ امام الہند!

عمرہا در کعبہ و بت خانہ مے نالد حیات
تا ز بزم عشق یک دانائے راز آید بروں!

آہ! کیوں کر کہیئے کہ آسمان علم و فضل کے درخشندہ آفتاب، بزم تحقیق کی شمع فروزاں سر آمد روزگار حکیم، امراض ملت کے ماہر طبیب، علوم قدیم و جدید کی جامع ہستی. دنیائے اسلام کے جیّد عالم، تدبر و فراست کے ذروہ علیا پر فائز شخصیت، جنگ آزادی کے بہادر جرنیل کروڑوں انسانوں کے محبوب راہنما، جبل استقامت، عفو و حلم مجسم، مخلص و بے لوث زعیم، ہندو پاک کے مسلّم امام حضرت مولانا ابوالکلام آزاد رحمہ اللہ عزوجل رحمۃ واسعۃ نے ۲۲ فروری ۱۹۵۸ء کو ۲ بجے رات کے مبارک وقت میں بمقام دہلی داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور جان، جان آفریں کے سپرد کر دی!

انا للہ و انا الیہ راجعون

آہ وہ دماغ کا بادشاہ۔ دل کا درویش، آتش بیان خطیب، ابوالکلام ہمیشہ کے لئے خاموش ہوگیا اور یوں نصف صدی کی یہ پوری تاریخ اپنوں اور پرایوں سے یکجا ہوئی دفن ہوگئی

لو آج مرگِ فانیِ بےکس سے مٹ گئی
وہ اک "خلش" جو خاطر اہل "وطن" میں تھی

بھارتی مسلمانوں کے لئے مولانا حسین احمدؒ کا صدمہ ہی کیا کم تھا، کہ ان کے بعد جلد ہی اس حادثہ فاجعہ سے بھی انہیں دوچار ہونا پڑا ـــــ! مولانا مرحوم و مغفور ان کی امیدوں کا آخری سہارا تھے۔ ان کے وصال باللہ کے بعد وہ جس قدر دل فگار اور سراسیمہ ہیں اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے۔ کہ ڈاکٹر سید محمود سابق وزیر تعلیم بہار جیسے بزرگ اس موقع پر

بے ہوش ہو گئے ! لیکن اس کارخانۂ ہست و بود میں کیسے دوام ہے۔ ما شاء اللہ کان وما لم یشا لم یکن

انیسویں صدی مسیحی کا آخر اور بیسویں صدی کا ابتدائی زمانہ وہ ہے جب انگریز کا طوطی خوب بول رہا تھا۔ خصوصاً مشرق وسطے اور اس وقت کے ہندوستان میں اس کی فرعونیت عروج پر تھی۔ وہ مغل حکومت پر غاصبانہ قبضہ جما کر بدمست ہو رہا تھا۔ اور ترک حکومت کو اپنا حریف سمجھ کر اپنی عیارانہ چالوں سے اسے ٹھکانے لگانے میں مصروف تھا۔ جہاں مسلمان اس کے محکوم تھے وہاں مقہور و مجبور تھے اور اس کے انواع و اقسام کے مظالم کے شکار، مسلمان حکومتیں جہاں تھیں، مرعوب اور سہمی ہوئی ——! ایسے وقت میں اللہ تعالےٰ نے دست گیری فرمائی، اور دو عبقری پیدا کر دیئے —— علامہ جمال الدین افغانیؒ اور مولانا ابو الکلام محی الدین احمد آزادؒ —— ان دونوں نے قدیم مدارس عربیہ کے طریقے پر تعلیم پائی۔ حالات کا مطالعہ کیا۔ اسلام و مسلمانوں کے متعلق انگریز کے طرزِ عمل کو دیکھا۔ تو ان کے حساس دل اس صورتِ حال سے تڑپ اٹھے ! وہ جان کی بازی لگا کر کارزار سیاست میں اتر پڑے اور اپنی ساری خداداد صلاحیتیں اس راہ میں صرف کر دیں !! اور اس زور سے "کنجشک فرومایہ" کو "شاہیں" سے لڑا دیا کہ ہندوستان اور تھوڑے دنوں بعد مصر سے انگریز بہادر بوریا بستر باندھ کر رخصت ہونے پر مجبور ہو گیا ! یخربون بیوتھم بایدیھم وایدی المومنین فاعتبروا یا اولی الابصار !

ایشیا کے ان دونوں مسلمان مفکروں کا نظریہ یہ تھا کہ اسلام اور مسلمانوں کا اصل حریف اور دشمن عیسائی اور انگریز ہیں۔ اسی نکتے پر انہوں نے اپنی مساعی مرکوز کر دیں، وہ ہر اس کانٹے کو راہ سے ہٹانا ضروری سمجھتے جس سے انگریز اور انگریزیت کو فائدہ پہنچتا ہو۔ اور ہر اس طریق پر گامزن ہو جاتے جس سے انگریز کو شکست دینے میں مدد ملے ! —— اور صلیب و ہلال کی تاریخی کشمکش سے باخبر۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ نظریہ سیاست مبنی بر حقائق نہیں تھا۔

۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی ہند کے بعد انگریز کی منتقمانہ درندگی نے مسلمانوں کے فعال عنصر کو کچلنے کی ٹھان لی۔ اور اسلام کو اس ملک سے ختم کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ اسلامی عقائد و نظریات اور مسائل و اعمال کے خلاف زہر چکانی کے لئے مسیحی مشنری پھیلا دئے گئے عیسویت کی اشاعت کے لئے پرزور تحریک شروع کر دی گئی۔ تعلیمی نظام اپنے حسب منشا مرتب کر کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، اور قرآن مجید کی صداقت اور اسلام کے بنیادی عقائد کو کمزور کرنے کی سکیم تیار کر لی ——! پرانی اسلامی تہذیب کے بچے کھچے جو لوگ رہ گئے تھے ان میں۔ سید احمد خاں صاحب —— جن کو بعد میں سر سید بنا دیا گیا —— سوجھ بوجھ والے تھے۔ دل بھی حساس پایا تھا مگر ان پر آخر انگریز کا جادو چل گیا جس کے نتیجے میں جاگیردار اور دفتری قسم کے طبقوں نے انگریز سے صلح کر لی۔ اور سر سید تو ایسے مسحور ہوئے کہ آخر دم تک انگریز اور انگریزیت کی محبت میں سرشار رہے۔ اور ایسی غلط روش پہ قوم کو چلایا جس کے نتائج اب تک مسلمان بھگت رہے ہیں ۔ وھم یحسبون انھم یحسنون صنعا!

پھر ہندو کو بھی انگریز نے اس طرح تھپکی دی کہ ہندو مسلمان پھر کبھی متحد ہو کر ۵۷ء کی سی صورتِ حال پیدا نہ کر سکیں۔

ادھر علمائے کرام کو عیسائی حکومت کی سرپرستی میں مسیحی مبلغین کے ادھم مچانے اور سر سید کی خلاف اسلام پالیسی کی وجہ سے بجا طور پر اسلام اور علوم عربیہ کے تحفظ کی فکر پڑ گئی، کہ مبادا عیسائی حکومت یہاں بھی اندلس کی طرح اسلام و علوم اسلامیہ کو نیست و نابود ہی کر دے!

اس بنا پر دہلی میں شیخ الکل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدثؒ، دیوبند میں مولانا محمد قاسم صاحبؒ، بھوپال میں حضرت مولانا سید محمد صدیق حسن خاں صاحبؒ، لکھنؤ میں علمائے فرنگی محل اور ان سب بزرگوں کے تلامذہ نے تدریس و تصنیف میں مصروف جہد و عمل ہو کر اسلام کے علمی و عملی محاذ کو مضبوط کر لیا!

ان مختلف عوامل کی وجہ سے افقِ ہند پہ تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ انگریز بڑے اطمینان سے کوس لمن الملک بجا رہا تھا۔ اور ساری مسلمان قوم میں جماعت اہل حدیث کے مجاہدین ہی تھے جو حضرت مولانا ولایت علی رحمۃ اللہ علیہ کی قیادت میں ہندوستان کے اندر اور اس

کی شمال مغربی سرحد تک پھر اسلامی جہاد کی شمع روشن کر کے انگریز کے لئے وجہ سردرد بنے ہوئے تھے۔

تاریخ کے اس تاریک اور نازک ترین دور میں حضرت مولانا ابوالکلام آزاد نور اللہ ضریحہ وقدس روحہ کا "الہلال" طلوع ہوا۔ جس کی تابانیوں سے ملک کا گوشہ گوشہ جگمگا اٹھا۔ اس نے تھوڑی ہی مدت میں بتا دیا کہ وہ مسلمان کے لئے "ہلال" ہے تو انگریز کے لئے ایک بجلی ہے جو اس کے ایوان سطوت و جبروت پر کڑک رہی ہے ـــــ! اس کی گھن گرج نے اس قلعے میں بھی جو سرسید کی آڑ میں انگریز نے بنا رکھا تھا شگاف پیدا کر دیا!

اس کی دعوتِ حق نے علماء کرام کو اس قدر جھنجھوڑا کہ انہوں نے اس راہ میں مسندیں قربان کر دیں۔ اس نے صوفیاء کو اس زور سے پکارا کہ وہ خانقاہوں سے باہر نکل آئے۔ اس مردِ خود آگاہ کی آواز میں وہ تاثیر اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دی کہ مسلمانانِ ہند کے ہر مکتبِ فکر کا فعال و حساس عنصر جہادِ حریت میں متحد العمل نظر آنے لگا ـــــ اس کی مخلصانہ مساعی میں اس قدر اثر تھا کہ ۱۸۵۷ء کے بعد انگریز اور اس کے کاسہ لیسوں کے علی الرغم ہندو مسلمان ایک پلیٹ فارم پر جمع ہو گئے ـــــ

انگریز کی ضرب المثل عیارانہ سیاست نے کیا کیا جتن نہیں کیئے کہ سونے کی چڑیا ہندوستان اس کے ہاتھ سے نکلنے نہ پائے۔ مگر ایشیا کے اس بطلِ جلیل اور ہندوستان کے اس مجاہد کبیر کی عبقری ذہانت، عمیق تدبر اور کوہ وقار عزیمت نے انگریزی ڈپلومیسی کو ہر مقام پر شکست دیدی۔!

بالآخر انگریز کو اپنی سیاست کا رخ بدلنا پڑا ـــــ لیکن نہ صرف یہ کہ اس کا کوئی پروردہ اور چہیتا اس کو یہاں ٹھہرا نہ سکا، بلکہ اس کی قہرمانیت بھی خاک میں مل گئی۔ اور جس سلطنت پر سورج غروب نہ ہوتا تھا وہ اب تیسرے درجے کی طاقت بن کر رہ گیا ہے کہ

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں!

یہ ہے بجا طور پر امام الہند کا فاتحانہ کارنامہ جس میں ان کا اس صدی میں کوئی سہیم و شریک نہیں

ع یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا،

مولانا سیاست ہی میں عبقری نہ تھے، علم میں بھی کامل اور کلام کے بادشاہ تھے، خطابت میں جلال و جمال کی حسین آمیزش، طرزِ نگارش والہانہ بھی اور عالمانہ بھی۔ اس میں نقل بھی اور عقل بھی! ناممکن ہے کہ قلبِ سلیم اس سے اثرِ حق قبول نہ کرے،

"الہلال" کے مقالات کے ذریعہ آپ نے قدیم علماء کو جو ۱۸۵۷ء کے بعد عام طور پر تدریس و تبلیغ ہی کے ہو کر رہ گئے تھے۔ پھر سے سیاست کے میدان میں لاکر کھڑا کر دیا۔ ان کو محسوس کرا دیا کہ سیاست بھی مذہب ہی کا ایک اہم حصّہ ہے۔ اور اصحاب سیاست جدید کو بتلایا کہ اصلاً سیاست وہی ہے جو قرآن و حدیث اور خلافتِ راشدہ کی راہنمائی میں ہو ——!

سرسیّد کی جو فکری گمراہیاں تہذیب الاخلاق اور تفسیر القرآن کی وجہ سے انگریزی تعلیم یافتگان میں رواج پا رہی تھیں اور جن سے ان کے ذہن مسموم ہو رہے تھے، الہلال نے ان کے ازالہ کرنے میں بھی بڑا کام کیا، اسلامی معاشرت، اور تفسیر صحیح کی طرف ان کی راہنمائی کی۔

الہلال کے بعد تذکرہ آپ کی تصانیف کا شاہکار کہا جا سکتا ہے۔ اور اس کہنے میں کوئی مبالغہ نہیں کہ اگر آپ عملی سیاسیات میں نہ پڑتے، تو دوسرے شاہ ولی اللہ ہوتے۔

تذکرہ کے بعد "مسئلہ خلافت اور جزیرۃ العرب" اگرچہ ایک خاص نقطۂ نظر کے تحت بطورِ خطبہ لکھی گئی ہے۔ تاہم تحقیقات نادرہ پر مشتمل ہے۔ غبارِ خاطر ادبی اعتبار سے اردو ادب میں منفرد کتاب ہے۔ ترجمان القرآن مولانا کی بہترین تفسیری یادگار ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قرآن حکیم سے آپ کو کس قدر شغف تھا۔ اور کہ قحط علم کے اس دور میں کیسی قرآنی بصیرت آپ کو ودیعت فرمائی گئی تھی، تاہم یہ ضرور ہے کہ عصری نظریات سے غالباً

غیر شعوری تاثر کی وجہ سے اس میں الہلال اور تذکرہ کا دعوتی معیار قائم نہ رہ سکا! ولکل جواد کبوۃ والمعصوم من عصمہ اللہ تعالیٰ و للہ در من قال من السلف وکل احد یوخذ من قولہ ویترک الا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

وادریغا! فضل وکمال کا یہ آفتاب غروب ہوگیا! علم وادب کی محفل سونی ہوگئی! سیاست ملی کا ایوان ویران ہوگیا۔ ایسی ہستیاں صدیوں میں کہیں پیدا ہوتی ہیں ؏

سرودِ رفتہ باز آید کہ ناید
نسیمے از حجاز آید کہ ناید
برفت از بزمِ علم آں حکیمے
دگر دانائے راز آید کہ ناید

اللّٰہم اغفرلہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ واکرم نزلہ ووسع مدخلہ ونقہ من الخطایا کما نقیت الثوب الابیض من الدنس وابدلہ دارا خیرا من دارہ واھلا خیرا من اھلہ وقہ فتنۃ القبر وعذاب النار۔